کیونکہ یہ ذات پاک کا کلام ہے، اس کے پاک اثرات ہیں، کسی منافق کے کلام کے اثرات بھی غلط ہوتے ہیں، ظلمت ہوتی ہے دل مردہ ہوتا ہے۔

فرمایا: پہلی مرتبہ جب حج کر کے میں مدینہ طیبہ حاضر ہو کر جالی مبارک کے سامنے کھڑا ہوا تو جالی مبارک سے اتنی خوشبو آرہی تھی کہ میرے منہ سے بے اختیار نکلا کہ یہ کافر لوگ کیوں یہاں نہیں آتے کہ حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم کی زیارت کر کے ایمان لے آئیں اور وہ خوشبو ایسی تھی کہ مجھے دماغ تک محسوس ہوتی تھی۔

اسی دوران ایک دفعہ خواب میں دیکھا کہ مواجہ شریف کے سامنے کھڑا ہوں، حضور اقدس علیہ الصلوٰۃ والسلام کی قبر شریف سے فیض و انوار اٹھتے ہیں۔ اور امواج کی طرح جالی مبارک سے نکل کر میرے قلب کی طرف آتے ہیں اور میں کہتا ہوں کہ الحمد للہ جو فیض بالواسطہ ملتا تھا، اب بلا واسطہ مل رہا ہے اور مجھے حیرانی ہے کہ میں اس فیض کو کیسے برداشت کر سکوں گا۔ جب خواب سے بیدار ہوا تو عجیب خوشی اور انشراح کی کیفیت تھی۔

رحمت کا وہ عظیم الشان دریا اب بھی مدینہ طیبہ میں بہتا ہے، میرا مشاہدہ ہے اور مجھے اس خواب کی حلاوت بھی کافی عرصہ تک محسوس ہوتی تھی، پھر ایک مرتبہ خواب میں دیکھا کہ حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم کی قبر مبارک مقفّل ہے، اور اسکی چابی مجھے دی گئی ہے۔ میں نے چابی لی دروازہ کھولا اندر دیکھا تو اوپر نیچے گلاب کے پھول دیکھے اور درمیان میں حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم نے مجھے دیکھ کر تبسم فرمایا اور بے حد خوش ہوئے، میں نے دل میں کہا کہ میرے متعلقین اور احباب واعزہ کہاں ہیں کہ انہیں بھی حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی زیارت کراتا اٹھا تو بے حد بشاشت تھی۔ میں اب بھی وہ کیفیت نہیں بھول سکتا۔

اسی طرح میں نے اپنے ملک میں ایک دفعہ خواب دیکھا کہ گاؤں میں ہمارے اپنے گھر سے مسجد کی طرف حضور اقدس علیہ الصلوٰۃ والسلام کے ساتھ جا رہے ہیں، حضور اقدس علیہ الصلوٰۃ والسلام نے مجھے فرمایا: "کہ میں آپ کو بیعت کرانا چاہتا ہوں"۔ میں نے کہا کہ حضور میں تو بزرگان نقشبندیہ سے بیعت ہوں جن کا سکونت مدینہ طیبہ میں باب جبریل کی طرف بقیع میں ہے۔ فرمایا ہاں میں تمہیں خود اہل بیت کے سلسلہ میں بھی بیعت کرنا چاہتا ہوں قادری سلسلہ میں۔ میں نے وضو کیا پھر مجھے حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم نے خود بیعت فرمایا یہ انہی کا فیض ہے کہ جہاں بھی جاتا ہوں لوگ جمع ہو جاتے ہیں۔ اور میرے نزدیک خواب اولیٰ ہے یقظہ اور کشف سے

حضورِ اقدس صلی اللہ علیہ وسلم کا ارشاد ہے: من رانی فی المنام فقد رای الحق (او کما قال علیہ السلام)

مجھے اس زمانہ میں علم نہ تھا کہ باب جبریل کی طرف شاہ ابوسعیدؒ اور شاہ احمد سعیدؒ، شاہ عبدالغنی مجددیؒ دہلوی حضرت آدم بنوریؒ سیدنا عثمان بن عفانؓ کے پہلو مبارک میں دفن ہیں۔ اب میں جب بھی جاتا ہوں وہاں فاتحہ پڑھتا ہوں[۱]۔

بزرگانِ دیوبند کے اسانید میں ان حضرات کا نام نامی موجود ہے۔ حضرت شاہ احمد سعید مجددی علیہ الرحمۃ کا مسجد نبوی میں حلقہ ہوتا تھا۔ لکھا ہے کہ فرماتے کہ میں دیکھتا ہوں کہ حضورِ اقدس علیہ الصلوٰۃ والسلام بعض حضرات کو خود توجہ دیتے ہیں، بڑے متورع بزرگ تھے، اور حاجی صاحب مرحوم کا زمانہ پایا تھا۔ یہ کہنے کی باتیں نہیں تھیں مگر اس وقت زبان پر آگئیں ؎

گرچہ من ناپاک ہستم خود را بپاکاں بستہ ام

بحمداللہ میری زنجیر اور رشتہ اوپر سے مضبوط ہے، میں غلط باتوں کی تلقین نہیں کرتا، مقصد احیاءِ سنن ہے، ترویجِ شریعت ہے اس لئے باہر جاتا ہوں اگر یہ چیز نہ ہوتی تو مدینہ طیبہ سے باہر کبھی بھی نہ نکلتا۔ میں خود جاتا نہیں وہ لوگ بلاتے ہیں، بحمداللہ ڈاکو اور چرسی قسم کے لوگ ان اسفار میں تائب ہو گئے ہیں یہ محض خدا کا فضل ہے، یہ میرا کام نہیں قدرت کا فضل ہے۔ مجھے شرف دے رہا ہے حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم کی برکت ہے۔ اب کام دین کا ہو رہا ہے، بدع و منکرات کو مٹایا جا رہا ہے، میں تو یہی کہتا ہوں کہ سگریٹ، حقے وغیرہ چھوڑنا ہوگا، بیوی کا پردہ کرنا ہوگا، جس سے کہا اس نے سر رکھ لیا، پھر مجھے رونا آنے لگتا ہے کہ یہ تیرا کام نہیں اللہ تعالیٰ کا ہے کہ وہ تجھ سے کام لینا چاہتا ہے۔

فرمایا: کہ جنوبی افریقہ میں نیروبی کے لوگوں نے بہت کوشش کی کہ تم یہاں کم از کم ۱۵ دن کے لئے آجاؤ میں نے کہا کہ نہیں آسکتا، پاکستان بھی اس لئے جاتا ہوں کہ وہاں رشتہ دار ہیں، اقارب ہیں، پھر وہاں دنیاداری نہیں ہے اگر افریقہ جاؤں تو لوگ کہیں گے کہ عبدالغفور دنیاداری کیلئے افریقہ گئے۔ پھر میں جو کہوں گا وہ مانو گے بھی نہیں، نہ ڈاڑھی کٹوانا چھوڑو گے، نہ اور برائیاں ترک کرو گے۔ تو ایسے آنے سے کیا فائدہ ...! (جاری ہے)

---

[۱] راقم جامع ملفوظات کو بھی اللہ تعالیٰ نے حضرت صاحب ملفوظات قدس سرہٗ کی رہنمائی اور ارشاد ہی سے ان حضرات کے مزارات پر فاتحہ خوانی کا شرف بخشا۔ نسبت باطنی اور انوار و برکات کی وجہ سے حضرت مرحوم کو جنت البقیع میں اس مقام سے بے حد الفت تھی اور حسنِ اتفاق کہ حضرت قدس سرہٗ کو بھی اسی مقام پر خوابگاہ آخرت میسر آئی۔ فضیلت اور شرف کے لحاظ سے اکثر علماءِ اجلہ نے بقیع میں حضرت عثمان رضی اللہ عنہ کے مرقد مبارک کو اولیت دی ہے۔ (سمیع الحق)

ہمارے اسلاف
اپنے کردار کے آئینہ میں

مولانا محمد سعید الرحمٰن علوی
خطیب جامع مسجد۔ حضرو

سیّد المجاہدین

مولانا شاہ محمد اسمٰعیل شہید دہلوی

★

ہم نے قومی ہیروؤں کے ساتھ جو شرمناک سلوک روا رکھا ہے، اسکی ادنیٰ مثال یہ ہے کہ ہماری گذشتہ ڈیڑھ سو سال کی علمی زندگی میں قومی ہیروؤں کے جس قدر تذکرے لکھے گئے ہیں ان میں شاہ اسمٰعیلؒ اور حضرت سید احمدؒ بریلوی ایسی عظیم المرتبت شخصیتوں کا نام تک موجود نہیں، ــــ کون سید احمد بریلویؒ ــــ؟ جن کے متعلق اکابرین امت کی رائے یہ ہے:

الف، ہمیں نہ نماز آتی تھی نہ روزہ، سیّد صاحب کی برکت سے یہ دلوں میں آ گئے ــــ

(مولانا شاہ عبدالرحیم صاحب ولایتی رحمۃ اللہ علیہ)

ب: سیّد صاحب جن قصبات میں تشریف لے گئے وہاں اب تک خیر و برکت ہے گویا وہ ایک نور مستطیل تھے، جدھر گئے وہ پھیل گیا۔ (حضرت مولانا ذوالفقار علی دیوبندیؒ والد ماجد شیخ الہندؒ)

ج: جہاں جہاں حضرت کے قدم گئے وہاں وہاں خیر و برکت کے آثار پائے جاتے ہیں۔

(حضرت مولانا محمد حسین صاحب رحمۃ اللہ علیہ ــــ شاندار ماضی صفحہ ۱۱۹ ج ۲)

اور وہ عظیم المرتبت انسان جس پر آپ کے شیخ و مربی سراج الہند حضرۃ شاہ عبدالعزیز محدث دہلوی علیہ الرحمۃ کو اتنا اعتماد تھا کہ حکیم الامت مولانا شاہ ولی اللہ دہلویؒ کی تعلیم کے مطابق انقلاب بپا کرنے کیلئے جو مختلف گروپ بنائے ان میں سے ایک گروپ کا قائد آپ کو (سید صاحبؒ کو) مقرر کیا جس کے ذمہ اہل وطن میں روح انقلاب بپا کر کے رضا کار بھرتی کرنا، انہیں فوجی ٹریننگ دینا، مالیہ فراہم کرنا دوسرے ممالک سے روابط و تعلقات اور با ضابطہ جنگ جیسے اہم امور تھے ــــ

(علماء کا شاندار ماضی صفحہ ۹۷ ج ۲)

اس گروپ کی قیادت سید صاحبؒ کو اس لئے سونپی گئی کہ وہ نواب امیر علی خان کی فوج میں رہ کر باقاعدہ محاذ جنگ کا عملی تجربہ کر چکے تھے۔ نیز روحانی کمالات میں پوری جماعت میں فائق تھے۔ (ایضاً ص ۹۹ ج ۲)

اور حضرت شاہ عبدالعزیز صاحبؒ نے ہی سید صاحب سے علم و فضل اور عمر میں بڑا ہونے کے باوجود مولانا عبدالحی صاحب اور شاہ اسمٰعیل صاحبؒ کو بیعت ہونے کا حکم دیا۔ (ایضاً ص ۹۹ ج ۲)

پھر مریدان باصفا نے جس گرویدگی کا ثبوت دیا اس کا اندازہ اس سے ہوتا ہے کہ:

جب سید صاحب دیوبند پہنچے تو سواری پر سوار تھے، دو صاحب رکابیں تھامے ہوئے تھے، استقبال کرنے والوں نے آگے بڑھ کر سید صاحبؒ سے ملاقات کی اور رکابیں تھامنے والوں کو بغور دیکھا لیکن پہچان نہ سکے، سید صاحبؒ نے فرمایا ان سے ملو یہ مولانا عبدالحیؒ اور شاہ محمد اسمٰعیلؒ ہیں۔ (ایضاً ص ۱۹۵ ج ۲) اس وارفتگی و تعلق خاطر کو بدفطرت دشمن انگریز بھی تسلیم کرتا ہے۔ چنانچہ مشہور متعصب انگریز ہنٹر لکھتا ہے کہ:

مولانا عبدالحیؒ اور مولانا محمد اسمٰعیلؒ جیسے لوگ عام خدمتگاروں کیطرح ان کی پالکی کے ساتھ ننگے پاؤں دوڑنا فخر سمجھتے تھے۔ (ہمارے ہندوستانی مسلمان ص ۲۲)

سید احمدؒ کے دو وفادار اور دیانتدار رفقائے کار تھے، مولوی عبدالحیؒ اور مولوی محمد اسمٰعیلؒ اور انہوں نے اپنے قائد کیلئے ہر قسم کی مدد اور کمک پہنچانے میں کوئی کمی روا نہ رکھی۔ (کرنل الیگزنڈر کا سفرنامہ بحوالہ مقالات ص ۲۲)

اور مرید باصفا شاہ اسمٰعیل کے دل میں جسکی اتنی وقعت تھی کہ قیام لکھنؤ کے دوران جب حضرت شاہ عبدالعزیز صاحبؒ کے انتقال پرملال کی خبر ملی تو شاہ اسمٰعیل کو تحقیق کی غرض سے دہلی روانہ کیا، ساتھ ساتھ اپنا گھوڑا سواری کے لئے دے دیا۔ شاہ صاحب نے پیر کا گھوڑا سمجھ کر سارا سفر پیدل کیا اور گھوڑے کی لگام تھام کر ہمراہ لاتے۔ (ارواح ثلاثہ ص ۷۹)

وہ سید احمد بریلویؒ جسے بجا طور پر تیرھویں صدی کے مجدد ہونے کا شرف حاصل ہے۔ اور وہ کہ جس نے دیوبند سے گذرتے ہوئے جس جگہ آج مرکز علمی دارالعلوم ہے، کہا تھا کہ مجھے یہاں سے بوئے علم آتی ہے۔ (الفرقان مجددؒ نمبر) اس بوئے علم کا نظارہ کرنا ہو تو عرب و عجم کے شہروں کو دیکھو فضلائے دیوبند کے حلقے ہر جگہ نظر آئیں گے اور سید کے فرمان کا اندازہ ہوگا۔

اور وہ سید احمدؒ جس نے غیر ملکی اقتدار کے خلاف جہاد اسلامی کی طرح ڈالی، لیکن افسوس کہ نام نہاد مسلمانوں کی بدعہدیوں کا شکار ہو گیا اور سرزمین بالاکوٹ کی سینہ خون مقدس سے لالہ زار بنایا اور بَلْ اَحْیَاءٌ کے زمرہ میں شامل ہو گیا۔ اس قسم کے انسان کے تذکرہ سے سرد مہری ——؟ شرمناک نہیں تو اور کیا ہے ——؟ فیا للعجب۔

اور کون شاہ محمد اسمٰعیلؒ ——؟ بقول مولانا محمد میاں مراد آبادی : ملک، وملت کا وہ سرفروش مجاہد جس کا عمل فلسفہ ولی اللّٰہیؒ کی تفسیر تھا، اور جس کا ایثار قربانی ذبیح اللہ کی زندہ تصویر۔ جسکا دل دولت درد سے مالا مال تھا، اور جس کا جگر سوز محبت کا سرمایہ دار؛ جسکا علم ہمدوش عمل اور جس کا عمل آئینہ دار علم بے پایاں۔ آزادی فکر کا سب سے بڑا حامی، جمہوریت کا علمبردار، ملوکیت کا سب سے بڑا دشمن، شاہ پرستی کیلئے فرشتہ موت؛ سرمایہ داری سے بیزار، غلامی کے ناپاک تصور سے ناآشنا، اسکی زندگی سعی پیہم تھی۔

کتاب زندگی کا آغاز باب جہاد سے ہوا، اور اسی جہاد پر زندگی کا آخری ورق پلٹا گیا۔ باپ مولانا شاہ عبدالغنیؒ دادا وہی حضرت شاہ ولی اللہؒ جنکی تحریک کو لیکر میدان جہاد میں پہنچا۔ اور اسی راستہ میں شہید ہو کر حیات جاودانی حاصل کی۔

علم وعمل کے گھرانے میں پیدا ہوا اسی فضا میں تربیت پائی، والد کی وفات لڑکپن میں ہو گئی تھی قدرت نے حضرت شاہ عبدالعزیزؒ کی آغوش شفقت پرورش کے لئے منتخب کی۔ چچا پر ناز کرتا تھا اور چچا کو بھتیجے پر فخر تھا۔ وہ بار بار کہا کرتا تھا : اَلْحَمْدُ لِلّٰهِ الَّذِیْ وَهَبَ لِیْ عَلَی الْکِبَرِ اِسْمٰعِیْلَ وَاِسْحٰقَ۔ —— (نواسہ) (شاندار ماضی ص ۱۹۰/۲)

وہ عظیم انسان جس کے متعلق ایک نیاز مند کے یہ کلمات سراسر مبنی بر صداقت ہیں۔ ایسا عالم باعمل، فاضل بے بدل، صاحب اخلاق، شہرۂ آفاق؛ المعی زمان، لوذعی دوران، واقف علوم، معقول ومنقول، کاشف دقائق فروع واصول، رافع اعلام توحید وسنت؛ قامع بنیان شرک وبدعت، فتوت کردار، شجاعت دثار، اس وقت میں ہم نے کہیں نہ سنا، دیکھنا تو کیا۔ ؟ (جماعت مجاہدین ص ۱۲۸) علم کا وہ بحر بیکراں جسے سراج الہند شاہ عبدالعزیزؒ نے خود شیخ الاسلام لکھا اور جس کے دستخط کو اپنے دستخط قرار دیا۔ "ایشاں (مولانا عبدالحیؒ، شاہ صاحبؒ) در علم تفسیر حدیث وفقہ واصول ومنطق وغیرہ از فقیر کمتر نیستند مہر ودستخط ایشاں گویا دستخط فقیر است۔ (شاندار ماضی ص ۹/۲) وہ راسخ العقیدہ مسلمان جسے ایک غیر جانبدار مورخ نے یوں خراج عقیدت

پیش کیا :

خلافتِ راشدہ کے بعد اسلام نے حقیقی نمونے کے مسلمان کم پیدا کئے ہیں، اور شاہ صاحب جیسے راسخ العقیدہ مسلمان تو اس سے بھی کم دیکھنے میں آتے ہیں۔ (مقالات ص۳)

ایک ایسا متبع سنت کہ جب ایک مرتبہ اس کے شیخ حضرت سید احمدؒ صبح کی نماز میں دیر سے پہنچے تو سرعام یوں مخاطبہ کیا۔ جناب آپ کی بیوی صرف ایک رات آپ کے پاس رہی ہے اور آپ خدائی فرض سے غافل ہو گئے، آپ قیامت کے روز اس کا کیا جواب دیں گے۔؟

(مقالات ص۹)

اور قرآن کریم کا اسقدر شیدائی کہ منکرِ قرآن کے متعلق اس کا فیصلہ یہ ہے :

میں ہر شخص کو قرآن مجید سے تشفی بخش جواب دیتا ہوں اور اس کے باوجود اگر وہ انکار کرے تو میں اسکی تشفی اس تلوار سے کرتا ہوں۔ (ایضاً)

شاہ پرستی اور ملوکیت سے اتنا متنفر کہ اپنی کتاب منصبِ امامت کے ص۹۸ پر یوں راقم ہے : ان کو جڑ سے اکھاڑ پھینکنا عین انتظام ہے اور ان کو فنا کے گھاٹ اتار دینا عین اسلام! ہر صاحبِ اقتدار کی اطاعت کرنا حکمِ شریعت نہیں، اور نہ ہر جابر و قابض کے سامنے گردن جھکا دینا دین کا حکم ہے۔

کچھ لوگ انہیں محض سکھ کا مدمقابل گردانتے ہیں اور انگریز کے متعلق کچھ اور سمجھتے ہیں، لیکن یہ اقتباس کیا کہہ رہا ہے۔ (فتفکّروا)

وہ ایک ایسا انسان تھا کہ اشاعت و تبلیغ دین کا درد اس کے اندر کوٹ کوٹ کر بھرا ہوا تھا۔ چنانچہ یہی درد کبھی تو اسے دہلی کی سب سے بڑی بدکار عورت کے بنگلہ پر لے گیا، جہاں وعظ فرما کر بیسیوں زنانِ بازاری کو صراطِ مستقیم پر لگا دیا۔ (ارواحِ ثلاثہ ص۵۲)

کبھی تبلیغی مہم میں رخنہ کے خوف سے اپنی بڑھی اور بیوہ بہن کے قدموں میں عمامہ ڈال کر اس کا دوسرا نکاح کرا دیا اور اسطرح سنتِ نبوی زندہ کی۔ (ایضاً ص۶۸) کبھی شاہی دربار میں پہنچا تو وعظ بے نظیر سے بی بی کی صحنک کی رسم بند کرا دی۔ (ایضاً ص۸۱) خدا نے اسے اتنا نوازا تھا کہ وہ عصر سے مغرب تک پورا قرآن کریم ختم کر دیتا تھا۔ (ارواحِ ثلاثہ)

افسوس کہ اس پائے کے انسانوں کے متعلق ہم نے بڑا شرمناک رویہ اختیار کیا کسی نے انہیں دشمنِ رسول ثابت کرنے کے لئے وہابی کے لفظ کا بے دریغ پروپیگنڈا کیا اور کسی نے انگریز کی

بجائے سکھ کیوں ۔۔۔؟ کا بیہودہ سوال کھڑا کر کے ان کی عظمت و رفعت کو کم کرنے کی سعی نامسعود کی۔

وہابیت کا پروپیگنڈا | تذکرہ شروع کرنے سے قبل سرسری طور پہ ان دو مسئلوں کی صفائی ضروری ہے۔ ملاحظہ فرمائیں:

جہاں تک وہابیت کے پروپیگنڈا کا تعلق ہے۔ اس سلسلہ میں اب یہ بات ڈھکی چھپی نہیں رہی کہ یہ سب انگریز کی نقالی ہے۔ انگریز جو اس ملک میں بقال بن کر آیا، جب اس نے اپنی مکارانہ پالیسی اور بعض بے ضمیر و سیاہ بخت مسلمانوں کی غداری و بدعہدی کے سبب عنانِ اقتدار سنبھالنے کی کوشش کی تو اسے سب سے زیادہ جس طاقت سے واسطہ پڑا وہ علماء حق کی طاقت تھی یا پھر سلطان ٹیپو شہیدؒ جیسے چند غیور اور با ضمیر فرمانروا جنکا تعلق گروہ علماء سے تھا۔ (جیسا کہ سیرت سید احمد شہیدؒ کے مصنف کی تحقیق ہے کہ سلطان کا تعلق سید صاحب کے بزرگوں سے تھا۔) انگریز ملعون جب طاقت کے بل بوتے پر کامیابی حاصل نہ کر سکا تو اس نے تفرقہ ڈالو اور حکومت کرو کی مکروہ پالیسی پر عمل کیا، چنانچہ حکمانہ ہدایت ملاحظہ فرمائیں: ہندوستان میں ہماری حکومت کے ہر صیغہ کو خواہ وہ خارجی تعلقات سے واسطہ رکھتا ہو، یا عدالتی اور حربی نظم و نسق سے، یہ اصول ہمیشہ مدنظر رکھنا چاہئے کہ تفرقہ ڈالو اور حکومت کرو۔ (حکومت خود اختیاری صفحہ ۵۱، ۵۲) اس پالیسی کے ضمن میں جس ہتھیار نے سب سے زیادہ کامیابی کے مواقع مہیا کئے وہ یہی لفظ وہابیت تھا، چنانچہ سلطان شہید علیہ الرحمۃ کو بھی وہابی کہا گیا، یعنی دشمنِ رسول! اور کہا کہ سلطان نے ایک بار کہا تھا کہ محمد مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وسلم اس جیسے ہیں۔ (معاذ اللہ) ۔۔۔۔ (سلطان ٹیپو از محمود بنگلوری)

اور پھر اس ضمن میں مکہ تک کے نام نہاد علماء کے فتوے حاصل کئے جو بقول ہنٹر انبار کی صورت میں تھے ۔۔۔ ایسے فتوؤں کا انبار اکٹھا کیا۔ جن کے ذریعہ سلطان کو خوب خوب بدنام کیا اور اس طرح وہ مشعلِ حریت عین میدان میں اکیلا رہ گیا۔ (اور بعد میں دوسرے مجاہدین کے ساتھ یہی ہوا۔) انگریز کی اس پالیسی کی وضاحت خود ہنٹر نے کر دی۔ لیکن افسوس کہ فریب خوردہ مسلمان آج تک وہی راگ الاپے جا رہے ہیں۔

ہنٹر نے لکھا: وہابی اور غدار مترادف الفاظ ہیں۔ (ہمارے ہندوستانی مسلمان) گویا جس سے خطرہ محسوس ہوا اسے وہابی (دشمنِ رسول) کہہ کر بدنام کر دیا ۔۔۔۔ اس مختصر اقتباس کے بعد کوئی پردہ تو نہیں رہ جاتا۔ لیکن ایک اور اقتباس سنیں ۔۔۔۔ وہابیوں نے جہاد کی تلقین و ترغیب میں اتنا لٹریچر

قوم کو دیا کہ اسے اکٹھا کیا جائے تو دفتروں کے دفتر تیار ہو سکتے ہیں۔ (ہمارے ہندوستانی مسلمان)

ان فتوؤں کی اشاعت کیسے ہوتی۔؟ ہنٹر جواب دیتا ہے۔ "ہر مسلمان مولوی (نام نہاد) جسکی مسجد یا خانقاہ کے ساتھ ایک دوگز زمین ملحق تھی، وہابیوں کے خلاف چلانے لگا اور پچاس سال تک اسی کام میں مصروف رہا۔ (ہمارے ہندوستانی مسلمان)

یہ ہے اصل حقیقت وہابی وہابیت کی بقول ہنٹر جو اتنا متعصب ہے کہ حضرت سید احمدؒ جیسے امیر المجاہدین اور علمبردار حریت کو ڈاکو اور لٹیرا لکھتا ہے۔ (معاذ اللہ)

ان واضح حقائق کے بعد بھی میسور، بالاکوٹ اور شاملی کے میدانوں میں اپنا خون پیش کرنے والے زندانِ وطن کو بسانے والے اور انگریز کے ناک میں دم کر کے اسے ملک چھوڑنے پر مجبور کرنے والے پروانگانِ شمع آزادی کو وہابی (دشمنِ رسول) کہنا ایک انتہائی شرمناک جسارت ہے جو بدنصیب اور سیاہ بخت تو کر سکتے ہیں، عقلمند اور باخدا لوگ نہیں کر سکتے۔

حقیقت یہ ہے کہ حکیم الامت مولانا شاہ ولی اللہؒ اور ان کے نسبی و روحانی خانوادہ کا ایک ایک فرد مجسم ولایت اور جنید وقت ہے۔ اور انہی لوگوں کے دم قدم سے آج یہاں رونق مسلمانی نظر آرہی ہے۔ لیکن انگریز سے نفرت اور جذبہ جہاد کے فریب خوردہ الٹی تعبیر کرتے ہیں۔ سوال یہ ہے کہ اس لفظ کا شانِ ورود کیا ہے اور اسے کس طرح امپورٹ کیا گیا۔؟ یہ دلچسپ داستان ملاحظہ فرمائیں۔

نجد میں محمد بن عبدالوہاب نامی ایک صاحب گذرے ہیں۔ جن کی متشددانہ طبیعت نے بعض ایسے امور ان سے سرزد کرائے کہ عالم اسلام میں ہیجان برپا ہو گیا۔ انگریز نے یہ دیکھا تو پروپیگنڈے کا ہتھیار ہاتھ لگ گیا اب جسے بدنام کرانے کی سوجھی، اس پر یہ فتویٰ سرکاری دارالافتاء سے داغ دیا گیا۔ حالانکہ اولاً تو لفظ وہابی خود اسکی جماعت پر غلط ہے کہ اس کا نام محمد ہے عبدالوہاب نہیں، وہ باپ ہے، اس کا کیا قصور۔۔۔؟

ثانیاً محدث دہلوی کا خانوادہ (نسبی و روحانی) اس گروہ کے متعلق کبھی خوش فہم نظر نہ آیا، ایک آدھ بزرگ کا استشہاد ممکن ہے مل جائے، لیکن جماعتی حیثیت سے ہمارا دعویٰ درست ہے اس لئے یہ جوڑ بلاوجہ ہے۔

ثالثاً یہ کہنا کہ سید احمد صاحبؒ وغیرہ ان سے ملے یا متاثر ہوئے وغیر ذالک (جیسا کہ آئیگا) یہ قطعاً غلط ہے، کیونکہ محمد بن عبدالوہاب ۱۷۰۳ء میں پیدا ہوا۔ حصول علم کے بعد نجد کا ایک امیر